مسئلہ تملیکِ زکوۃ اور معاصر تشریحات

(ایک تجزیاتی مطالعہ)

The Issue of Possession: Zakat and Contemporary Elucidations

حافظ عاطف اقبال ☆

Abstract

In the Holy Quran, the obligation of Zakat is described in short but the headings of prodigal of Zakat are explained in brief. Certainly, regarding the prodigal of Zakat, there is a difference of opinions on a topic that is titled "Possession of Zakat". This is one of the burning issue among the jurisprudents, Ulemas and contemporary scholars. So we can elaborate it as a whole in two categories. The majority of the jurisprudents, Ulemas and contemporary scholars believe that there is a compulsory of possession of Zakat in eight prodigal of Zakat. In other category, there are two further opinions, some religious experts are not convinced of the absolute possession of Zakat and some others claim that the first four prodigals of Zakat need procession but the later four do not. It is concluded that the stance of the majority of jurisprudents seems meticulous and distinguished.

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تخلیق کے بعد یہاں بسائے جانے والے انسانوں کو مختلف طبقات میں تقسیم فرما دیا اور پھر ہر طبقہ کو اُس سے متعلقہ مذہبی احکام کی پابندی کا مکلّف بھی بنایا کیونکہ اگر تمام انسان ایک ہی طبقہ سے تعلق رکھتے تو بظاہر مساوات تو ہوتی مگر کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور انسان کے ایک دوسرے کیلئے خیر خواہی اور نیکی کے جذبات کی تکمیل نہ ہو پاتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت ایک طبقہ کی حاجت کو دوسرے طبقہ کا دینی فریضہ قرار دیا اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی زکوۃ کے فریضہ کی ادائیگی ہے جس کی رُو سے صاحبِ ثروت مسلمان افراد اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ مصارفِ زکوۃ۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، ریلوے روڈ، لاہور، پاکستان

(انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل. فريضة من الله والله عليم حكيم) (1) پر مالِ زکوۃ کا ایک مخصوص حصہ صرف کرتے ہیں یا اِن کے سپرد کرتے ہیں ۔قرآن حکیم میں وجوبِ زکوۃ کا ذکر تو مجمل انداز میں بیان کیا گیا مگر مصارفِ زکوۃ کی مدات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے البتہ مصارفِ زکوۃ کے حوالے سے فقہاء کے مابین ایک نکتہ پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا زکوۃ کی ادائیگی کیلئے مالِ زکوۃ کا کسی کو مالک بنانا ضروری ہے؟ ۔ یہ مسئلہ فقہاء وعلماء کے مابین مسئلہ تملیکِ زکوۃ کے عنوان سے معروف ہے ۔مسئلہ تملیک کی تفہیم کیلئے اولاً مبادیاتِ تملیک کے مباحث کا جامع انداز میں تعارف ضروری ہے جو حسبِ ذیل ہیں ۔

تملیک معانی ومفاہیم

تملیک کا لفظ مَلَّکَ کا مصدر ہے جیسے ''مَلَّكه الشیء''جس کا معنی ہے کسی کو کسی چیز کا مالک بنانا اور اس کا فعل ثلاثی ''مَلِکَ'' ہے اور ''ملک الشیء ''اُس وقت بولا جاتا ہے جب انسان کسی چیز کے استعمال پر پورا قادر ہو اور'' تملك الشيء تملكا'' کا معنی زبردستی مالک بننا ہے ۔(2)

اور لفظ تملیک نکاح کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔

" والاملاک و التملیک: التزویج" (3)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس لفظ کو نکاح کے معنی میں استعمال فرمایا ہے ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

" ملکتکها بما معک من القرآن"(4)

(تمہارے پاس جو قرآن ہے اس کے عوض میں نے تم کو اس کا مالک بنا دیا ہے)

یہاں'' مَلَّکَ '' کا لفظ نکاح کے بارے میں وارد ہوا ہے اور اسی لفظ کا مصدر تملیک ہے ۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ مِلک وہ قدرت ہے جس کو شریعت ابتداءِ تصرف کے لیے ثابت کرے ۔

" الملک قدرة يثبتها الشارع ابتداء على التصرف"(5)

علامہ جرجانی ''التعریفات'' میں لکھتے ہیں:

''اتصال شرعي بين الانسان وبين شيء يكون مطلقا لتصرفه

فیه وحاجزا عن تصرف غیره فیه"(6)

((تملیک) وہ انسان اور کسی چیز کے درمیان شرعی تعلق کا نام ہے جس کی وجہ سے اس آدمی کا اس میں تصرف کرنا جائز ہوتا ہے اور اس میں دسرے کا تصرف کرنا ناجائز ہوتا ہے)

علامہ ابن عربی مالکی تملیک کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تملیک کا لفظ باب تفعیل سے ہے نیز یہ مالک کی ملکیت کا مالک کے غیر کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے۔

"التملیک هو تفعیل من التملیک وهو نقل الملک من ید من هو له الی غیره"(7)

علامہ ابن سبکی لکھتے ہیں:

"هو حکم شرعی یقدر فی عین او منفعة یقتضی تمکن من ینسب الیه من انتفاعه والعوض عنه"(8)

((تملیک) وہ ایسا حکمِ شرعی ہے جو عین شیء یا اُس کی منفعت میں ثابت ہو جس کا تقاضا یہ ہو کہ وہ جس کی طرف منسوب ہو وہ اس سے نفع حاصل کرے اور اسی طرح اس کا عوض بھی حاصل کر سکے)

تملیک کی شرائط

تملیک انسانی خصوصیت ہے یہی وجہ ہے کہ انسان کے علاوہ کسی اور مخلوق میں اس کی صلاحیت موجود نہیں ہے۔

فقہاءِ کرام نے تملیک کے صحیح ہونے کی دو بنیادی شرائط بیان فرمائی ہیں:

1- تملیک کا اہل ہونا یعنی مالک بننے کی اہلیت کا ہونا۔

2- تملیک سے مانع کوئی چیز نہ ہو یعنی جس چیز کا اسے مالک بنایا جا رہا ہے وہ چیز اس سے مانع نہ ہو۔

" ویشترط فی صحة التملیک شرطان اساسیان

الف. اهلیة التملیک ب. عدم قیام المانع من التملیک".(9)

فقہاءِ عظام کے ہاں زکوۃ میں تملیک کا تصور

فقہاءکرام کے مابین ادائیگی زکوۃ کی صحت کیلئے تملیک کی شرط پر اختلاف پایا جاتا ہے اور بالعموم اس حوالے سے دو گرہوں کا ذکر ملتا ہے۔

1- جمہور فقہاء کا کہنا ہے کہ زکوۃ میں تملیک شرط ہے۔

2- امام قفال و دیگر معاصر علماء کا کہنا ہے کہ ادائیگی زکوۃ کی صحت کیلئے تملیک شرط نہیں ہے اس میں دو طرح کے اقوال ملتے ہیں یعنی بعض فقہاء وعلماء ادائیگی زکوۃ کی صحت کیلئے کُلی طور پر تملیک کے قائل نہیں ہیں اور بعض کُلی عدمِ تملیک کے قائل نہیں ہیں یعنی مصارفِ ثمانیہ میں جزوی تملیک کے قائل ہیں۔

پہلا گروہ:

جمہور فقہاء کا کہنا ہے کہ زکوۃ میں فقیر کو مالِ زکوۃ کا مالک بنانا شرط ہے اور بالخصوص فقہاءِ احناف نے زکوۃ کی تعریف میں بھی اس شرط کو شامل کیا ہے۔

فقہاءِ احناف زکوۃ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اللہ تعالیٰ کے مقررہ کردہ مستحقینِ زکوۃ میں سے کسی مسلمان، غیر ہاشمی اور اپنے غلام کے علاوہ فقیر کو مالِ زکوۃ کا اسی طرح مالک بنانا کہ دوبارہ مالک کے لیے اس مال سے انتفاع بر بناءِ ملکیت ختم ہو جائے یعنی وہ مال اس کی ملکیت میں نہ رہے۔

"هي تمليك المال من فقير غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن الملك من كل وجه لله تعالى"(10)

"تمليك جزء مخصوص من مال لشخص مخصوص لله تعالى"(11)

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی فقہاءِ شوافع اور فقہاءِ مالکیہ کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ فقہاء نے زکوۃ کی ادائیگی کی صحت کے لیے تملیک شرط قرار دی ہے یعنی زکوۃ مستحقین کو اس طرح دی جائے کہ وہ مالِ زکوۃ کے مالک بن جائیں مزید برآں فقہاءِ شوافع تملیک کا استدلال آیتِ مصارفِ زکوۃ میں مذکور" للفقراء " میں اول حرف 'لام' سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ" للفقراء "میں لام سے مراد لامِ تملیک ہے جبکہ مالکیہ کے

ہاں ادائیگی زکوۃ کے لیے تین شرائط ہیں اوران میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ زکوۃ صرف مستحق کو دینا (یعنی کسی مستحق کو زکوۃ کا مالک بنانا مراد ہے)

"التملیک: یشترط التملیک لصحة ادآء الزکاة بان تعطی للمستحقین فلا یکفی فیها الاباحة او الطعام الا بطریق التملیک... واللام فی کلمة "للفقراء" کما قال الشافعیة لام التملیک... واشتراط المالکیة لاداء الزکاة شروطا ثلاثة... دفعها لمن مستحقها لا لغیره"(12)

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور فقہاء کے ہاں ادائیگی زکوۃ کی صحت کیلئے تملیک شرط ہے بلکہ علامہ رملی، تملیک کے دلائل میں یہ بات لکھتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ مالِ زکوۃ سے روڈ، راستہ، مسجد، پل، نہر کھدوانا اور آب رسانی کی خدمت کا کام نہیں لیا جائے گا کیونکہ ان عوامل میں تملیک کی شرط کا فقدان ہے۔

" ولا یبنی بها (الزکاة) مسجد ولا قنطرة ولا تشق بها ترعة ولا یعمل بها سقایة .. فظاهر کلام الرملی انه اجماع واحتجوا لذلک بامرین: الاول: انه لا تملیک فیها لان المسجد و نحوه لا یملک"(13)

کوئی معترض مندرجہ ذیل مثال کے تناظر یہ سوال کرسکتا ہے کہ احناف کے علاوہ دیگر ائمہ ثلاثہ کے ہاں تمام مصارف میں تملیک شرط نہیں ہے۔ مثلاً مصرفِ زکوۃ "الرقاب" میں امام مالک کی رائے یہ ہے کہ اس مصرف سے مراد نرے غلام کو آزاد کرنا ہے اور غلام میں تملیک کی اہلیت نہیں لہذا یہ مال تو اُس کے آقا کے سپرد کیا جائے گا تو معلوم ہوا کہ امام مالک کے ہاں مصرفِ زکوۃ "الرقاب" میں تملیک شرط نہیں ہے اور اسی طرح حنابلہ کا بھی اس مسئلے میں کہنا ہے کہ اس مصرفِ زکوۃ سے مسلمان قیدی مشرکین کے ہاتھوں سے چھڑائے جائیں گے لہذا اس صورت میں بھی تملیک کا اثر شامل نہ ہوگا۔

راقم کے نزدیک یہ اعتراض قوی نہیں ہے کیونکہ یہ امام مالک کی ایک روایت ہے جبکہ دوسری روایت میں وہ نرے غلام کی آزادی کی بجائے مکاتب غلام کی آزادی کے قائل ہیں کیونکہ مکاتب میں من وجہ

تملیک کی اہلیت ہوتی ہے۔

" وفی الرقاب وفیه قولان: احدهما انهم المکاتبون قاله علی و الشافعی وابو حنیفة وجماعة والثانی انه العتق"(14)

(وفی الرقاب: اس میں امام مالک سے دو آراء منقول ہیں ایک رائے یہ ہے کہ اس مد سے مراد مکاتب غلام ہیں اور اس رائے کے دیگر قائلین میں حضرت علیؓ، امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ اور ایک جماعت شامل ہے۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ اس مد سے مراد نرے غلام ہیں)

نیز امام مالکؒ کا رقبۃ سے نرے غلام مراد لینا عدمِ تملیک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس مصرف سے نرے غلام مراد لینے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں بھی ''رقبۃ'' کا لفظ ذکر کیا ہے اس سے مراد مسلمان نرے غلام ہی ہیں۔ علامہ ابن عربی مالکی اسی نکتے کو بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والصحیح انه شراء الرقاب وعتقها کذلک هو ظاهر القرآن فان اللـه حیث ذکر الرقبة فی کتابه انما هو العتق"(15)

(صحیح بات یہ ہے کہ غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جائے گا یہی قرآن کا ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی قرآن مجید میں ''رقبۃ'' کا ذکر کیا ہے وہاں مراد نرے غلام ہی کا آزاد کرنا ہے)

نیز امام احمد بن حنبل کا ایک قول بھی یہی ہے کہ مصرفِ زکوۃ ''الرقاب'' سے مکاتب غلام مراد ہیں مثلاً:

صاحب ''المحرر فی الفقه علی مذهب الامام احمد حنبل'' لکھتے ہیں:

" واما فی الرقاب: فافتداء الاسیر واعطاء المکاتب ما علیه ان لم یجد وفائه"(16)

(رقاب کی مد سے قیدی کے فدیے کے ساتھ مکاتب کو بھی دیا جائے گا جب تک وہ اپنے اوپر لازم قرض کو پورا نہ کر لے)

اسی طرح امام شافعیؒ کے ہاں بھی مصرف ''الغارمین'' سے میت کا دین ادا کیا جاسکتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ میت میں تملیک کی اہلیت نہیں ہے۔

راقم کے نزدیک اس کا جواب بھی یہی ہے کہ یہ امام شافعیؒ کا ایک رائے ہے جبکہ دوسری رائے یہی ہے کہ مال زکوۃ کے مصرف ''الغارمین'' سے میت کا قرض ادا نہیں کیا جائے گا اور علامہ نوویؒ ان دونوں اقوال کے بارے میں لکھتے ہیں:

> **''لو مات رجل وعليه دين ولا تركة له هل يقضى من سهم الغارمين؟ فيه وجهان حكا هما صاحب البيان (احدهما) لا يجوز وهو قول صميرى، مذهب النخعى وابى حنيفة واحمد (والثانى) يجوز لعموم الآية''(17)**
>
> (اگر کوئی شخص فوت ہوجائے اور اس پر قرضہ ہو اور اس کا کوئی ترکہ بھی نہ ہو تو کیا غارمین کی مد سے اس کا قرضہ پورا کیا جائے گا؟ اس میں دو اقوال امام شافعیؒ سے صاحب البیان نے نقل کیے ہیں، پہلا قول امام شافعیؒ کا صمیریؒ، نخعیؒ و امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی طرح عدم جواز کا ہے اور دوسرا قول آیت کے عموم کی وجہ سے جواز کا ہے)

خلاصہ یہ ہے کہ دیگر ائمہ ثلاثہ سے کسی مصرفِ زکوۃ کی تشریح وتوضیح میں اختلاف کی وجہ عدم تملیک نہیں ہے بلکہ ان مصارف کے مصداق وتعین میں انھیں اختلاف ہوتا ہے اور اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ مصارفِ زکوۃ کے مصداق میں تعین کے اختلاف کے باوجود ائمہ اربعہ مصارفِ زکوۃ میں تملیک کے قائل رہے ہیں۔ مثلاً فقہاء مالکیہ کے حوالے سے مصارفِ زکوۃ میں تملیک کی شرط کا لزوم ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کے اقتباس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے جس کا تذکرہ ماقبل ہو چکا ہیں نیز فقہاءِ شافعیہ کے اس بارے میں واضح نقطہ نظر کو بیان کرتے ہوئے صاحبِ المہذب لکھتے ہیں:

> **''قوله تعالى ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ فاضاف جميع الصدقات اليهم بلام التمليك واشرك بينهم بواء الشريك فدل على انه مملوك لهم مشترك بينهم''(18)**

(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ میں تمام صدقات کی اضافت بذریعہ لامِ تملیک ان اصناف کی طرف کی گئی ہے اور شرکت پر دلالت کرنے والا واو کے ذریعہ انہیں شریک بنا گیا ہے پس یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زکوۃ ان آٹھ اصناف کی ملکیت اور ان کے درمیان مشترک ہے۔)

نیز امام نوویؒ نے بھی اصنافِ زکوۃ میں تملیک کے لزوم کو اپنی کتاب ''المجموع'' میں بیان فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں:

''لان فی جمیع الاصناف یسلم السہم الی المستحق ویملکه ایاه''(19)

(تمام اصناف میں ضروری امر یہ ہے کہ مستحق کا حصہ مستحق کے سپرد کر دیا جائے اور اسے اُس مال کا مالک بنا دیا جائے۔)

مزید برآں حنابلہ کے ہاں بھی تملیک کی شرط کو مصارفِ زکوۃ میں ضروری قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً محمد بن مفلح مقدسی اس تملیک کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' ویشترط فی اخراج الزکاة تملیک المعطی (و) فلا یجوز ان یغدی الفقراء والمساکین ویعشیہم ولا یقضی منها دین میت حکاه ابو عبید و ابن عبد البر لعدم الاهلیة''(20)

(زکوۃ نکالنے میں یہ شرط ہے کہ معطی (جسے زکوۃ دی جائے) کو اس زکوۃ کا مالک بنایا جائے پس یہ جائز نہیں ہے کہ زکوۃ سے فقراء ومساکین کو صبح شام کا کھانا کھلا دیا جائے (اسی طرح) زکوۃ کی مد سے میت کے قرض کی ادائیگی نہیں کی جائے گی ... یہ بات امام ابوعبیدؒ اور ابن عبد البرؒ نے بیان فرمائی ہے کہ (میت کے دین) کو عدم اہلیت کی بناء پر ادا نہیں کیا جائے گا)

لہٰذا ان تمام عبارات سے یہ بات اتفاقی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ فقہاءِ اربعہ کے ہاں مصارفِ زکوۃ میں تملیک شرط ہے۔

دوسرا گروہ:

دوسری رائے ان فقہاء وعلماء کی ہے جو مصارفِ زکوۃ میں تملیک کی شرط کے قائل نہیں ہیں۔ان میں فقہاء کی ایک جماعت تو تمام مصارفِ زکوۃ میں تملیک کی شرط کے قائل نہیں ہے جبکہ بعض فقہاء آخری چار مصارفِ زکوۃ ''الرقاب، الغارمین، وفی سبیل اللہ، وابن السبیل'' میں تملیک کی شرط کے قائل نہیں ہیں۔مثلاً

1: علامہ القسطلانی لکھتے ہیں کہ آیتِ مصارفِ زکوۃ ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ میں فقراء کے شروع میں ''لام'' کا مقصد مصارف کا بیان ہے نہ کہ یہ ''لام'' تملیک کے لیے ہے۔

" ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ (21) ان اللام فی "للفقراء" لبیان المصرف لا للتملیک"(22)

2: تفسیر ابی سعود میں بھی یہی بات لکھی ہوئی ہے کہ آیتِ مصارفِ زکوۃ میں ''للفقراء'' کا لام مصارف کے بیان کے لیے ہے کہ زکوۃ کے یہی آٹھ مصارف ہیں اور ان آٹھ مصارف کے علاوہ کسی اور مصارف میں زکوۃ خرچ نہیں کی جائے گی لہذا یہ ''لام'' استحقاق کے اثبات کے لیے نہیں ہے۔

''لان اللام لبیان انھم مصارف لاتخرج عنھم لا لاثبات الاستحقاق''(23)

3: حافظ ابن حجر عسقلانی کا مؤقف بھی یہی ہے کہ فقراء کے شروع میں ''ل'' بیانِ مصرف کے لیے ہے نہ کہ تملیک کے لیے۔

''ان اللام فی قولہ للفقراء لبیان المصرف لا للتملیک ''(24)

4: معاصر علماء میں سے شیخ امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں کہ

''ہمارے فقہاء کا ایک گروہ ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ کے ''ل'' کو تملیکِ ذاتی کے مفہوم کے لیے خاص کرتا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکال لیتا ہے کہ صدقات وزکوۃ کی رقوم فقراء ومساکین کی کسی ایسی اجتماعی بہبود پر صرف نہیں ہوسکتیں جس سے ملکیتِ ذاتی تو کسی بھی صورت قائم نہ ہو لیکن اس کا فائدہ بحیثیت مجموعی سب کو پہنچے۔ہمارے نزدیک یہ رائے کسی مضبوط دلیل پر مبنی نہیں ہے۔''(25)

جبکہ بعض فقہاء صرف آخری چار مصارفِ زکوۃ ''الرقاب، الغارمین، فی سبیل اللہ اور ابن السبیل'' میں تملیک کی شرط کے قائل نہیں ہیں۔

علامہ سراج الدین عمر بن علی الدمشقی لکھتے ہیں کہ پہلی چار اقسام زکوۃ میں مال ان کے سپرد کیا جائے گا یعنی انھیں ان کا حصہ دیا جائے گا جبکہ آخری چار اصنافِ زکوۃ میں ان اصناف سے متعلقہ مصالح پر مال زکوۃ کو خرچ کیا جائے گا نہ کہ انھیں مال دیا جائے گا۔

'' وھی ان الاصناف الاربعة یدفع الیھم نصیبھم. واما الباقون فیصرف نصیبھم فی المصالح المتعلقة بھم لا الیھم''(26)

امام رازی بھی اسی نکتہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صدقات کے پہلے چار مصارف جن کا ذکر ہو چکا ہے، کو لام تملیک کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول یہ ہے ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ اور اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے ''الرقاب'' مصرفِ زکوۃ کا ذکر کیا تو ''لام'' کو ''فی'' سے بدل دیا ہے اور (للرقاب) کی بجائے وفی الرقاب ارشاد فرمایا اور اس میں ایک فائدہ ہے اور وہ فائدہ یہ ہے کہ اول چار مصارف میں مالِ زکوۃ کو ان کے سپرد کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اپنی مرضی سے اسے جیسے چاہیں خرچ کریں اور مصرف ''فی الرقاب'' میں اس کا حصہ اس کی گردن کو غلامی سے چھڑانے کے لیے رکھ دیا گیا ہے اس لیے اس صورت میں اسے یہ مال سپرد نہیں کیا جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ پہلے چار مصارف میں ان کے حصص ان کو دیے جائیں گے کہ وہ جس طرح چاہیں خرچ کریں اور آخری چار مصارف میں ان کو ان کے حصص نہیں دیے جائیں گے بلکہ جن جہت سے وہ زکوۃ کے مستحق ہیں اس جہت میں ان کے حصہ کی زکوۃ کو خرچ کیا جائے گا۔

'' والدلیل علیه انه تعالی اثبت الصدقات للاصناف الاربعة الذین تقدم ذکرھم بلام التملیک وھو قوله ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ و لما ذکر الرقاب ابدل حرف اللام بحرف فی فقال: وفی الرقاب فلا بد لھذا الفرق من فائدة، وتلک الفائدة ھی ان تلک الاصناف الاربعة المتقدمة یدفع الیھم نصیبھم من الصدقات حتی یتصرفوا فیھا کما شاؤوا واما فی

الرقاب فيوضع نصيبهم فی تخليص رقبتهم عن الرق،
والحاصل: ان فی الاصناف الاربعة الاول، يصرف المال
اليهم حتى يتصرفوا فيه كما شاؤوا، وفى الاربعة الأخيرة لا
يصرف المال اليهم، بل يصرف الى جهات الحاجات
المعتبرة فى الصفات التى لاجلها استحقوا سهم الزكاة"(27)

معاصر علماء میں سے علامہ صدیق حسن خان کا میلان بھی اسی طرف ہے کہ اول چار مصارف کو مالِ زکوۃ سپرد کیا جائے گا کہ وہ جس طرح چاہیں خرچ کریں جبکہ آخری چار مصارف میں ان کو ان کے حصے نہیں دیئے جائیں گے بلکہ جس جہت سے وہ مستحق زکوۃ بنے ہیں اس جہت میں ان کے حصہ کی زکوۃ کو خرچ کیا جائے گا۔

" النكتة فى العدول ان الاصناف الاربعة الاول يصرف المال
اليهم حتى يتصرفوا به كما شاء وا، وفى الاربعة الاخيرة لا
يصرف المال اليهم بل يصرف الى جهات الحاجات المعتبرة
فى الصفات التى لأجلها استحقوا سهم الزكاة"(28)

علامہ رشید رضا مصارفِ زکوۃ کو حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مصارفِ زکوۃ کا ایک حصہ عینِ اشخاص سے متعلق ہے اور دوسرا حصہ مصالح سے متعلق ہے اور مصارفِ زکوۃ میں آیت کی تقسیم دو طرح کی ہے۔ ایک حصہ وہ ہے جس میں اصنافِ زکوۃ مالِ زکوۃ میں ملکیت کے وصف سے متصف ہوتے ہیں اور تملیک کی یہ تعبیر للفقراء کے لام سے ہے اور مصارف کا دوسرا حصہ ملکی اجتماعی مصالحِ عامہ سے ہے اور ان مصارف سے اشخاص کو مالک بنانا مراد نہیں ہے اور اس کی وجہ لفظ "فی" ہے جو ظرفیت کے لیے آتا ہے۔

"مصارف الصدقات قسمان: اشخاص ومصالح: علم مما
تقدم ان مصارف الصدقات فى الآية قسمان (احدهما)
اصناف من الناس يملكونها تمليكا بالوصف المقتضى
للتمليك، وعبر عنه بلام الملك (وثانيهما) مصالح عامة
اجتماعية ودولية لا يقصد بها اشخاص يملكونها بصفة قائمة
فيهم وعبر عنه بـ " فى" الظرفية."(29)

نیز تفسیر خازن میں ہے کہ مصارفِ زکوۃ میں اول چار مصارف میں مالِ زکوۃ انھیں بطور ملکیت دیا گیا ہے تا کہ وہ جس طرح چاہیں زکوۃ خرچ کریں لیکن پانچویں مصرف میں زکوۃ غلامی سے نجات پر صرف ہوگی اور رقاب کے حامل لوگوں کو تصرف کے لیے نہیں دی جائے گی اور یہی بات غارمین میں بھی ہے کہ اس مد سے ان کے قرضوں کو دور کیا جائے گا اور اسی طرح فی سبیل اللہ کی مد سے میں مجاہدین کی میدان جنگ میں ضروریات پر خرچ کیا جائے گا اور اسی طرح مسافر پر اپنے مقام تک پہنچنے کے لیے خرچ کیا جائے گا۔

" ان الاصناف الاربعة المتقدم ذكرها يدفع اليهم نصيبهم من الصدقات فيصرفون ذلک فيما شاؤوا واما الرقاب فيوضع نصيبهم في تخليص رقابهم من الرق ولايدفع اليهم ولا يمكنون من التصرف فيه وكذا القول في الغارمين فيصرف نصيبهم في قضاء ديونهم وفي الغزاة يصرف نصيبهم فيما يحتاجون اليه في الغزو وكذا ابن السبيل فيصرف اليه ما يحتاج اليه في سفره الى بلوغ غرضه"(30)

اب مالِ زکوۃ میں عدمِ تملیک کے قائلین کے دلائل حسبِ ذیل ہیں:

عدمِ تملیکِ زکوۃ کے قائلین کے دلائل

مصارفِ زکوۃ میں تملیک کی شرط نہ ہونے کے قائلین کے دلائل بالعموم دو ہی ہیں۔

1:۔ ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ میں فقراء کے شروع میں "ل" سے مراد لام تملیک نہیں اس لیے کہ اہل لغت کے ہاں "ل" کئی معانی کے لیے آتا ہے اس لیے صرف لام تملیک کو اس کے لیے مختص کرنا صحیح نہیں ہے۔

شیخ امین احسن اصلاحی بھی اسی دلیل کو بنیاد بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اول تو لام کچھ تملیک ہی کے معنی کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ یہ متعدد معانی کے لیے آتا ہے اور ان سب معانی کے لیے یہ خود قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے تملیکِ ذاتی ہی کے معنی کے لیے اس کو خاص کر دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے آخر بہبود نفع رسانی اور استحقاق کے معانی کے لیے جب اس کا استعمال معروف ہے تو ان معانی میں یہ کیوں نہ لیا جائے"(31)

نیز ماہنامہ اشراق میں اسی عنوان ''زکوۃ پر تملیک کی شرط'' کے تحت مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر سے نقل کرتے ہوئے منظور الحسن لکھتے ہیں کہ حرف ''ل'' 22 معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس کے چند استعمالات یہ ہیں۔

(1) استحقاق یعنی مستحق ہونے کے معنی میں (بھی 'لام'') استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ 'الحمد للہ' کے لفظ 'للہ' میں استعمال ہوا ہے۔ اس جملے کا مفہوم ہوگا کہ ''شکر کا حق دار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے''

(2) اختصاص یعنی خاص ہونے کے لیے آتا ہے جیسا کہ 'الجنة للمومنين' کے لفظ 'للمومنين' کے شروع میں ''ل'' آیا ہے۔ اس جملے کا مفہوم ہوگا کہ ''جنت مومنین کے لیے خاص ہے۔''

(3) ملکیت یعنی مالک ہونے کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ ﴿**له مافی السموات ومافی الارض**﴾ (32) کے لفظ ''لہ'' میں آیا ہے۔ اس جملے کا مطلب ہوگا کہ ''اسی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔''

(4) تملیک یعنی مالک بنانے کے معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ 'وهبت لزيد دينارا' کے لفظ 'لزید' میں آیا ہے۔ اس جملے کے معنی ہوں گے: ''میں نے زید کو ایک دینار ہبہ کر دیا۔'' (یعنی بطور مالک بنا کر دے دیا)

(5) عاقبت یعنی انجام کار کے مفہوم کے لیے بھی آتا ہے جیسا کہ ﴿**فالتقطه آل فرعون ليكون لهم عدوا وحزنا**﴾ (33) کے لفظ 'لیکون' میں آیا ہے۔ اس جملے کا مفہوم ہوگا: ''اور اس (موسیٰ) کو فرعون کے گھر والوں نے دریا سے نکال لیا، تاکہ اس کا نتیجہ یہ ہو کہ ان کے لیے دشمن اور غم کا کانٹا بنے۔'' (34)

2:۔ مصارفِ زکوۃ میں تملیک کی شرط نہ ہونے کی دوسری دلیل مصارفِ زکوۃ کے آخری چار مصارف میں ''ل'' کی بجائے ''فی'' کا استعمال ہے۔

علامہ زمخشری اسی دلیل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (اگر تم یہ سوال کرو کہ مؤخر الذکر چار اصناف میں لام استحقاق سے عدول کر کے ''فی'' کا ذکر کیوں کیا گیا؟ میں کہتا ہوں کہ یہ اس بات پر مطلع کرنے کے لیے ہے کہ مؤخر الذکر چار اصناف، زکوۃ کے استحقاق میں پہلے چار اصناف سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ لفظ ''فی'' ظرفیت کے لیے آتا ہے پس اس میں یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ ان میں مالِ زکوۃ دیا جائے کیونکہ غلام کی گردن غلامی سے چھڑانے میں یا قیدی کو آزاد کرانے میں یا مقروضوں کو بارِ

قرض سے بری کرنے میں اور ہر قسم کے غازی کے لیے خواہ امیر ہو یا فقیر، مالِ زکوۃ کو خرچ کرنا، اسی طرح حج کرنے والوں کے لیے اور اسی طرح مسافروں کے لیے مال زکوۃ کو خرچ کرنے کا زیادہ استحقاق ہے اور لفظ ''فی'' کو (فی سبیل اللہ اور ابن سبیل) کی مدات میں دوبارہ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ آخری دو مدات کو غلامی کی گردن چھڑانے اور مقروض کا قرض ادا کرنے سے زیادہ ترجیح دی جائے۔

" فان قلت: لم عدل عن اللام الی "فی" فی الاربعة الأخيرة "1"؟ قلت: للإيذان بانهم ارسخ فی استحقاق التصدق عليهم ممن سبق ذكره، لأن "فی" للوعاء، فنبه على انه احقاء بان توضع فيهم الصدقات و يجعلوا مظنة لها ومصباً، وذلک لما فی فک الرقاب من الكتابة او الرق او الأسر، وفی فک الغارمين من الغرم من التخليص والانقاذ، ولجميع الغازی الفقير او المنقطع فی الحج بين الفقر والعبادة، وكذلک ابن السبيل جامع بين الفقر والغربة عن الأهل والمال، وتكرير "فی" فی قوله ﴿وَفِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ فيه فضل ترجيح لهذين على الرقاب والغارمين"(35)

نیز اس مؤقف پر ماقبل میں اس گروہ کے قائلین کی طرف سے بارہا اس دلیل کا تذکرہ ہو چکا ہے اس لیے یہاں تفصیل مناسب نہیں ہے۔ اب مصارفِ زکوۃ میں تملیک کی شرط کے قائلین (پہلے گروہ) کے دلائل حسبِ ذیل ہیں:

تملیک کی شرط کے قائلین (پہلے گروہ) کے دلائل

مصارفِ زکوۃ میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ مصارفِ زکوۃ میں تملیک شرط ہے یعنی صاحبِ زکوۃ کا اصنافِ زکوۃ میں سے کسی صنف کو مال کا مالک بنانا شرط ہے۔ ان قائلین کے دلائل حسبِ ذیل ہیں۔

قرآن وحدیث میں تملیک زکوۃ

قائلینِ تملیک کی سب سے مضبوط دلیل درج ذیل آیات قرآنیہ ہیں جس میں زکوۃ کی ادائیگی

کے لیے ''ایتا'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

1: ﴿ وَآتُو الزَّكَاةَ ﴾(36)

2: ﴿ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ ﴾(37)

3: ﴿ وَآتَوُ الزَّكَاةَ ﴾(38)

ان مندرج آیاتِ مبارکہ میں قائلین تملیک زکوۃِ لفظ ''ایتا'' سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ لفظ ''ایتا'' تملیک کے لزوم کو بیان کرتا ہے یعنی جس کو بھی اصناف زکوۃ میں سے زکوۃ دی جائے وہ بطورِ تملیک دی جائے، فقہاء نے یہاں لفظ ''ایتا'' سے تملیکی معنی ہی مراد لیا ہے مثلاً عبداللہ بن محمود الموصلی لکھتے ہیں کہ زکوۃ میں تملیک کی شرط اللہ تعالیٰ کے اس قول ''واتوا الزکاۃ'' سے ثابت ہے اور ا''یتا'' کا معنی ''اعطاء'' یعنی دینا ہے اور اعطاء تملیک ہی ہے لہذا زکوۃ کی ادائیگی کے لیے فقیر یا اس کے نائب کا قبضہ بصورتِ تملیک شرط ہے اس لیے کہ تملیک بدونِ قبضہ متحقق نہیں ہوتی ہے۔

'' واعلم التمليک شرط قال تعالى: وآتُو الزَّكاةَ(39)
والايتاء: الاعطاء : والاعطاء : التمليک فلا بد فيها من
قبضه الفقير او نائبة... لأن التمليک لايتم بدون
القبض''(40)

امام راغب اصفہانی بھی لفظِ ایتاء کی لغوی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' والايتاء الاعطاء وخص دفع الصدقة فى القرآن
بالايتاء''(41)

(ایتاء کا معنی عطاء یعنی دینا ہے قرآن کریم میں زکوۃ کی ادائیگی کو بالخصوص لفظِ ایتاء سے تعبیر کیا گیا ہے)

علامہ کاسانی لفظ ''ایتا'' سے تملیک کے اثبات پر دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ زکوۃ کا رکن یہ ہے کہ نصاب میں سے ایک خاص جزء اللہ کے لیے نکالنا اور اُسے اللہ تعالیٰ کے لیے سپرد کردینا بایں صورت کہ مالک اس مال سے اپنا قبضہ اور ملکیت ختم کر کے فقیر کو یا اُس کے نائب کو مال کا مالک بنادے یا سپرد کردے نیز

اس مال میں فقیر کے لیے ملکیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت ہوتی ہے اور صاحبِ مال کی حیثیت فقیر کو مالک بنانے اور سپرد کرنے میں اللہ تعالیٰ کے نائب کی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ وَیَاخُذُ الصَّدَقَاتِ﴾(42)

(کیا انھیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات لیتا ہے)

مزید یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" الصدقات تقع فی ید الرحمن قبل ان تقع فی کف الفقیر"(43)

(صدقہ فقیر کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے رحمٰن کے ہاتھ میں پہنچ جاتا ہے)

پھر اللہ تعالیٰ نے صاحب مال کو زکوۃ دینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ "واتوا الزکاۃ" یعنی زکوۃ دو اور حقیقت میں ایتاء تملیک ہی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کو صدقات سے تعبیر فرمایا ہے۔

" واما رکن الزکاۃ: فرکن الزکاۃ ھو اخراج جزء من النصاب الی اللہ تعالی وتسلیم ذلک الیہ یقطع المالک یدہ عنہ بتملیکہ من الفقیر وتسلیمہ الیہ او الی ید من ھو نائب عنہ وھو المصدق والملک للفقیر یثبت من اللہ تعالی وصاحب المال نائب عن اللہ تعالی فی التملیک والتسلیم الی الفقیر والدلیل علی ذلک قولہ تعالی الم یعلموا ان اللہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہ و یاخذ الصدقات وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصدقۃ تقع فی ید الرحمن قبل ان تقع فی کف الفقیر وقد امر اللہ تعالی الملاک بایتاء الزکاۃ لقولہ عزوجل وآتوا الزکاۃ والایتاء ھو التملیک ولذا سمی اللہ تعالی الزکاۃ صدقۃ"(44)

مولانا عتیق احمد قاسمی لفظ "ایتا" سے تملیک کے اثبات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ایتا متعدی بدو مفعول ہے جس میں مفعولِ اول شیءموتی بہ (جو چیز دی جائے) اور مفعولِ ثانی شخص موتی لہ (جس شخص کو چیز دی جائے) ہے۔ دینے کا عمل ان دو تصورات کے بغیر متصور نہیں ہوسکتا یعنی شیءموتی بہ کا اپنی ملکیت سے جدا کرنا اور موتی لہ کی ملکیت میں منتقل کرنا یا موتی لہ کو شیءموتی بہ کا مالک بنا دینا''(45)

مفتی منیب الرحمٰن اپنی کتاب ''زکوۃ'' میں فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں زکوۃ کو سائل اور نادار کا حق قرار دیا ہے اور کسی کا حق اسی وقت ادا ہوتا ہے جب اسے (وہ حق) مالکانہ بنیاد پر دے دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ''(46)

(اور ان (مالداروں) کے مال میں سائل اور نعمت مال سے محروم لوگوں کا حق ہے)(47)

علاوہ ازیں ماقبل مفسرین کے وہ اقتباسات جن میں ان سے بالاتفاق پہلے چار مصارفِ زکوۃ میں تملیک شرط ہے۔ یہ اقتباسات بھی کلی طور پر قائلینِ تملیکِ زکوۃ کی رائے کی من وجہ تصدیق کرتے ہیں۔

نیز مفتی محمد شفیع صاحب ''معارف القرآن'' میں بالخصوص وہ دلیل جو عدم تملیک کے قائلین کی بنیاد سمجھی جاتی ہے یعنی علامہ زمخشری کا قول، اس پر مفتی محمد شفیع صاحب تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''زمخشری نے (آخری چار مصارف میں ''فی'' کے نزول) کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا منظور ہے کہ یہ آخری مصارف بہ نسبت پہلے چار کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ حرف ''فی'' ظرفیت کے لیے بولا جاتا ہے جس کی وجہ سے معنی یہ پیدا ہوئے ہیں کہ صدقات کو ان لوگوں کے اندر رکھ دینا چاہیے اور ان کے زیادہ مستحق ہونے کی وجہ ان کا زیادہ ضرورت مند ہونا ہے کیونکہ جو شخص کسی کا مملوک غلام ہو وہ بہ نسبت تمام فقراء کا زیادہ تکلیف میں ہے اسی طرح جو کسی کا قرض دار ہے اور قرض خواہوں کا اس پر تقاضا ہے وہ عام غرباءفقراء سے زیادہ تنگی میں ہے کہ اپنے اخراجات کی فکر سے بھی زیادہ قرضداروں کے قرض کی فکر اس کے ذمے

ہے''(48)

یعنی مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ مصارف میں ''فی'' کے نزول کا مقصد بعد والے چار مصارف کا زیادہ ضرورت مند ہونا ہے اوران کی ماقبل یعنی اوائل چار مصارف پر ترجیح کا اثبات ہے۔

نیز مولانا اختر امام عادل قاسمی اپنے مضمون ''قرآنی مداتِ زکوۃ کی معنویت واہمیت'' میں تملیک زکوۃ کے حوالے سے اپنی منفرد رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میرے نزدیک اس سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ قرآن نے مداتِ زکوۃ کو دوحصوں میں بانٹ دیا ہے''ل'' کے ذریعہ جن چار مدات کا بیان کیا ہے، ان میں شخصیتیں بذاتِ خود مقصود ہیں اور ذاتی طور پر وہ زکوۃ پانے کے مستحق ہیں اور فی کے ذریعہ جن چار مدات کا بیان ہے ان میں شخصیتوں کو زکوۃ ان کی شخصی حیثیت میں نہیں بلکہ ان کو درپیش ضروریات کی بناء پر دی جائیگی، اور یہ ضرورتیں دائمی نہیں بلکہ وقتی ہیں، پھر ختم ہو جائیں گی، آقاء سے غلام کا معاملہ کتابت ہو یا قرضوں کا بوجھ، مسافرت کی بے سروسامانی ہو یا میدان جہاد کی ضروریات ان میں سے کوئی ضرورت دائمی نہیں ہے، بلکہ سب وقتی حاجتیں ہیں تو دراصل قرآن نے اس تقسیم کے ذریعہ اسی فرق کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ایک قسم میں شخصیت پیش نظر ہے تو دوسری میں ضرورت، ضرورت ختم ہوتے ہی یہ مستحقِ زکوۃ باقی نہیں رہیں گے (49)۔

نیز مولانا ادریس کاندھلوی آیت مصارفِ زکوۃ میں ''ل'' اور ''فی'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس کا ماحاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مصارفِ صدقات کی آٹھ قسموں میں سے اول کی چار قسموں کو لام کے ذریعے بیان کیا یعنی لِلْفُقَراءِ وَ الْمَسَاكِيْنِ فرمایا اور اخیر کی چار قسموں کو یعنی وفی الرقاب والغارمین الخ کو لفظِ ''فی'' کے ذریعے بیان کیا گیا وجہ اس کی یہ ہے کہ اول کی چار قسمیں ذاتی طور پر مستحق ہیں اور اسی ذاتی استحقاق کے بیان کرنے کے لیے کلمہء لام لایا گیا۔ اوراخیر کی چار قسمیں لفظ فی کے ذریعہ سے بیان کی گئیں وجہ اس کی یہ ہے کہ لفظ ''فی'' سببیت اور علیت بیان کرنے کی لیے بھی آتا ہے جیسے کہا جاتا ہے ''عُـذِّب فلان في سرقة'' یعنی فلاں کو چوری کے سبب سزا ملی۔ پس آیت میں لفظ فی سے اشارہ اس طرف ہے کہ ان اخیر کی چار قسموں کو ذاتی استحقاق کی بناء پر نہیں بلکہ ان مصلحتوں اور ضرورتوں کے سبب سے ان کو زکوۃ دینے کی اجازت دی گئی کہ اپنی گردن کو غلامی سے چھڑالیں اور قرض سے سبکدوشی حاصل کریں اور جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ

انجام دے سکیں اور اپنے سفر کو پورا کر سکیں۔ ان اسباب اور وجوہ کی بناء پر ان لوگوں کو صدقات دینے کی اجازت دی گئی۔(50)

مولانا اشرف علی تھانوی ''امداد الاحکام'' میں کشاف اصطلاحات الفنون کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

''کشاف اصطلاحات الفنون میں ہے'' **الصدقة لفتحتين من الصدق سمى بها عطية يراد بها المثوبة لا التكرمة**'' اس میں صدقہ کی تفسیر عطیہ سے کی ہے اور عطیہ میں تملیک ظاہر ہے کیونکہ عطیہ و ہبہ لغت میں متحد ہیں اسی لیے فقہاء نے فرمایا: **الصدقة كالهبة فلا يجو عقوبة فيه**''(51)

اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک کو شرط قرار دیا اور اس سلسلے میں ایک مشہور حدیث ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو دیگر ہدایات دیتے ہوئے ایک خصوصی ہدایت یہ بھی ارشاد فرمائی:

'' **توخذ من اغنيائهم و ترد على فقرائهم**''(52)

(یعنی زکوۃ ان کے اغنیاء سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر خرچ کی جائے گی)

ایک دوسری روایت جس میں حضرت ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے زکوۃ وصول کرنے والا آیا اس نے ہمارے مالداروں سے زکوۃ لے کر ہمارے غریبوں میں تقسیم کر دی میں یتیم لڑکا تھا مجھے بھی اس میں ایک جوان اونٹنی دی۔

'' **قدم علينا مصدق النبى صلى الله عليه وسلم فاخذ الصدقة من اغنيائنا جعلها فى فقراء نا و كنت غلاما يتيما فاعانى منها قلوصا**''(53)

حاصل بحث یہ ہے کہ ان تمام دلائل سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ زکوۃ میں تملیک کی شرط بنیادی حیثیت کی حامل ہے کیونکہ تملیک کی صورت میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ فقیر اپنی ضروریات کے مطابق اس مال زکوۃ کو خرچ کر سکے گا اور ہوسکتا ہے کہ صاحبِ زکوۃ کے نزدیک فقیر کی جو ضروریات مقدم ہوں

وہ فقیر کے ہاں ثانوی حیثیت کی حامل ہوں اس لیے مصالح کی بجائے فقراء کو مالِ زکوۃ کا مالک بنانا قرآن وسنت کی روح کی موافقت کے ساتھ ساتھ قرین قیاس بھی یہی ہے۔

سید سلیمان ندوی ''سیرۃ النبی'' میں اسی نکتہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> ''شریعت سابقہ میں ایک بڑی تنگی یہ تھی کہ زکوۃ خود مستحقین کے حوالے نہیں کی جاتی تھی بلکہ ذخیرہ میں جمع ہو کر اس کا کھانا پک کر غرباء میں تقسیم ہوتا تھا لیکن عام انسانی ضروریات صرف کرنے تک محدود نہیں ہیں اس لیے شریعت محمدیہ نے اس رسم میں یہ اصلاح کی غلہ یا رقم خود مستحقین کو دے دی جائے تاکہ وہ جس طرح چاہیں اپنی ضروریات پر صرف کریں'' (54)

نیز مصارف زکوۃ میں تملیک کی شرط ایک حد بندی کا مظہر بھی ہے کیونکہ اگر تملیک کی شرط کو پس پشت ڈال دیا جائے تو صاحبِ زکوۃ اپنی زکوۃ کا مصرف انسانوں کی بجائے تعمیرات یعنی مساجد، پلوں قلعوں کی تعمیر وغیرہ پر لگانا شروع کر دیں گے کیونکہ انھیں ان مصالح عامہ کی صورت میں زکوۃ کی تشہیر کے ساتھ ساتھ اپنی زکوۃ کے اثرات کا دوام بھی حاصل ہوگا۔ جس میں نام ونمود کے پیدا ہونے کا قوی امکان ہے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اسلام مصالح عامہ کو اہمیت نہیں دیتا بلکہ اسلام میں انفرادی اور اجتماعی معاملات دونوں کو اہمیت حاصل ہے اس لیے اسلام نے انفرادی معاملات کی بہتری کے لیے زکوۃ اور اجتماعی معاملات کی بہبود کے لیے مالِ فئی اور دیگر مدات بیان فرمائی ہیں اور اگر زکوۃ کی مد کو بھی فقراء سے چھین کر اجتماعی بہبود پر خرچ کیا جانے لگے تو یہ فقراء سے ان کا حق چھیننے کے مترادف ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ اسی نکتہ کو اسلامی مملکت کے ذرائع آمدن کی تفصیل میں بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خالص مسلمان آبادیوں کے شہر سے جو مال حاصل ہوتا ہے بنیادی طور پر اس کی دو قسمیں ہیں اور اس کے مصرف بھی دو طرح کے ہیں ایک تو وہ مال ہے جو مالک کے قبضہ سے نکل گیا ہے جیسے میت کا ترکہ اور دوسری قسم مسلمانوں کے صدقات ہیں جو بیت المال میں جمع کیے جاتے ہیں ایسے اموال کو ان مواقع پر خرچ کیا جائے گا جس میں کسی کو مالک بنایا جائے اس دوسری قسم کے بارے میں یہ آیت مبارکہ ''انما الصدقات للفقراء والمساکین'' نازل ہوئی ہے۔

> " والبلاد الخاصة بالمسلمين ما يتخلص فيها من المال نوعان بازاء نوعين من المصرف نوع هو المال الذى زالت

عنه يد مالكه كتركة الميت... ونوع هو صدقات المسلمين
جمعت في بيت المال ومن حقه ان يصرف الى ما فيه
تمليك لاحد وفي ذلك قوله تعالى انما الصدقات للفقراء
والمساكين"(55)

لہذا راقم کی موجودہ تحقیق کے مطابق زکوۃ کی ادائیگی کی صحت کیلئے تملیک کی شرط کے قائلین (جمہور) کے مستدلات میں دیگر مذکور امتیازات کے ساتھ ساتھ احتیاط کا پہلو بھی شامل ہے اس لیے کہ دورِ نبوی ﷺ میں بھی اجتماعی بہبود کا نظریہ موجود تھا لیکن اُس اجتماعی بہبود کیلئے دیگر حکومتی ذرائع آمدن کو بروئے کار لایا جاتا تھا۔

حوالہ جات

(1) التوبه 60:9

(2) ابن منظور، محمد بن مكرم احمد ، لسان العرب،کوئٹه، مکتبه اشرفيه، س.ن 491/10 ؛ ابراهيم مصطفى، علامه، المعجم الوسيط،مصر، دار الدعوة، س.ن، 886/2 ؛ الزبيدى، سيد محمد مرتضى، تاج العروس، مصر، المكتبة الخيريه، ١٣٠٦، 347/27 ؛ جبران مسعود، استاد،الرائد،بيروت، دار العلم والملايين، ٢٠٠٥، ص287,851

(3) موسوعة فقهيه،کویت، وزارة الاوقاف والشؤن الاسلاميه، ١٩٩٢، 24/14

(4) صحيح البخارى، كتاب بدء الوحى، باب القرأة عن ظهر القلب (رقم الحديث: 5030)

(5) ابن نجيم ، زين الدين بن ابراهيم، الاشباه و النظائر على مذهب ابى حنيفة،مصر، موسسة الحلبى و شركاءه، طبع اول،١٣٨٧، 346/1; ابن همام ، كمال الدين محمد بن عبد الواحد، فتح القدير، كتاب البيوع،بيروت، دار الكتب العلميه، ٢٠٠٣، 176/14 ; السيواسى، كمال الدين عبد الواحد ، شرح فتح القدير، بيروت، دار الفكر، س ن 248/6،

(6) الجرجانی،علی بن محمد بن علی، التعریفات ،بیروت، دار الکتاب العربی، طبعه اولی 295/1،1405

(7) المعافری، محمد بن عبد الله الاشبیلی المالکی، المسالک فی شرح المؤطا مالک ، بیروت، دار الغرب الاسلامی، طبعه اولی 1428،557/5

(8) السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، الاشباه والنظائر للشافعی، بیروت، دار الکتب العلمیه، ۱۴۰۳، 518/1

(9) موسوعة فقهیه، 21/14

(10) الزیلعی ، فخر الدین عثمان بن علی، تبین الحقائق، قاهره، المطبعة الکبری الامیری، ۱۳۱۳، 251/1 ؛ شیخ نظام و جماعة العلماء، فتاوی عالمگیری،کوئٹه، مکتبه رشیدیه، ۱۹۸۳، 170/1

(11) المیدانی، عبد الغنی بن طالب الغنیمی، اللباب فی شرح الکتاب،بیروت، دار الکتب العلمیه، ۱۹۹۳، 136/1

(12) وهبة الزحیلی، الدکتور ،الفقه الاسلامی وادلته،دمشق، دار الفکر، طبع رابعه،176/3

(13) موسوعة فقهیه، 329/23

(14) ابن عربی، محمد بن عبد الله الاشبیلی المالکی، احکام القرآن لابن عربی،بیروت، دار الکتب العلمیه، ۱۴۲۴ ، 531/2

(15) احکام القرآن لابن عربی، 531/2

(16) ابن تیمیه، احمد بن عبد الحلیم المحرر فی الفقه علی مذهب الامام احمد بن حنبل ، بیروت، دار الکتاب العربی، س.ن, 223/1

(17) النووی، یحی بن شرف الشافعی، المجموع،دمشق، ادارة الطباعة المنیریه، س.ن، 197/6

(18) الشیرازی، ابو اسحاق ابراهیم بن علی،المهذب، فصل فی سهم المساکین، دمشق، دار القلم، طبع اول، ۱۹۹۲ ، 562-563/1

(19) المجموع ، باب قسم الصدقات،184/6

(20) مقدسی، محمد بن مفلح ،کتاب الفروع،موسسة الرسالة ، طبعه اولیٰ 2003، 342/4

(21) التوبه 60:9

(22) القسطلانی ،محمد بن ابی بکر المصری، ارشادالساری شرح صحیح البخاری ،مصر، المطبعة الکبری الا میرية ،طبعه1323،57/3 ؛ القادری، محمد طاهر، زکوة اور صدقات، لاهور، منهاج القرآن، 2013، ص 63

(23) العمادی، ابو سعود محمد بن محمد بن مصطفی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم (تفسیر ابی سعود)،بیروت دار احیاء التراث العربی، س ن،76/4

(24) ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری ،بیروت، دار المعرفه، ۱۳۷۹،332/3

(25) اصلاحی ،مولا نا امین احسن ،تدبر قرآن ،لا ہور ،فاران فاؤنڈیشن ، 1434،593/3; اصلاحی ،مولا نا امین احسن،مسئلہ تملیک،ترجمان القرآن (ماہنامہ)،لاہور جلد45،ستمبر 1955،ص 41،;اصلاحی،مولا نا امین احسن،زکوۃ کے مصارف تدبر (ماہنامہ)،لاہور،ادارہ تدبر قرآن،سلسلہ نمبر ۹،دسمبر 1983،ص8

(26) عمر بن علی، سراج الدین الدمشقی ، اللباب فی علوم الکتاب، بیروت، دار الکتب العلمیه، طبعه اولی 1419،126/10

(27) الرازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، بیروت، دار احیاء التراث العربی، طبع ثالث 1420،86-87/16

(28) صدیق حسن خان، نواب، فتح البیان فی مقاصد القرآن ،بیروت، المکتبة العصریه، ۱۴۱۴،332/5

(29) رشید رضا، سید، تفسیر المنار ،الهیئة المصرية العامه للکتاب، 1990،436/10

(30) البغدادی ،محمد بن ابراهیم ،تفسیر خارن ،بیروت ،دار الکتب العلمیه 1415،375/2

(31) تدبر قرآن،593/3

(32) طه 20 :06

(33) القصص 28 :08

(34) منظور الحسن،زکوۃ پر تملیک کی شرط،اشراق (ماہنامہ) ،لاہور،المورد ادارہ علم وتحقیق،ستمبر 2001

(35) الزمحشری ،محمود بن عمر، تفسیر الکشاف ،بیروت ،دار الکتاب العربی ،طبع ثالثه1407،282/2

(36) بقرة 110,83,43:2؛ النساء 4:4؛ حج 22: 78؛ نور 56:24 ;مجادله 13:58؛ مزمل 20:73

(37) توبه 71:9 ; نمل 3:27 ;لقمان31 :4 ;المائده، 55:5 ;الاعراف 156:7

(38) بقرۃ 277:2؛ توبہ 5:9،11؛ حج 41:22

(39) بقرۃ 43:2

(40) عبد اللہ بن محمود ،الحنفی ، الاختیار لتعلیل المختار، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1426، 129/1

(41) الراغب الاصفہانی، ابو القاسم الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن،بیروت، دار القلم ، 1412, 61/1

(42) توبہ 104:9

(43) التفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر، شرح التلویح علی التوضیح، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 1996،128/2

(44) الکاسانی، ابو بکر بن مسعود بن احمد، البدائع الصنائع،بیروت، دار الکتب العلمیہ، طبع ثانی، ۱۹۸٦، 39/2

(45) عتیق احمد قاسمی، مولانا، زکوۃ اور مسئلہ تملیک، کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، 2001،ص 178

(46) سورۃ الذاریات 19:51

(47) منیب الرحمٰن، مفتی، زکوۃ از مفتی منیب الرحمٰن ، کراچی، مکتبہ نعیمیہ، ۲۰۱۵، ص133

(48) محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، ۱۹۹۹، 405/4-494

(49) اختر امام عادل قاسمی ، مولانا، قرآنی مدات زکوۃ کی معنویت و اہمیت ، انڈیا، دار العلوم (ماہنامہ) ،شمارہ9، جلد 91ے، شعبان رمضان 1428 بمطابق ستمبر 2007

(50) کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن از کاندھلوی، سندھ، مکتبۃ المعارف، دار العلوم الحسینیہ شہداد پور، ۱۴۲۲، 470/3

(51) التھانوی ،محمد علی ،کشاف اصطلاحت الفنون بیروت ،مکتبہ لبنان،1996،34/2

(52) صحیح البخاری ،کتاب بدء الوحی، باب لا تؤخذ کرائم اموال الناس فی الصدقۃ(رقم الحدیث: 1458)

(53) سنن ترمذی ، باب ان الصدقۃ توخذ من الاغنیاء فترد فی الفقراء (رقم الحدیث: 649)

(54) سلیمان ندوی، سید، سیرۃ النبی، لاہور، ادارہ اسلامیات، 2002، 139/4

(55) شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، حجۃ اللہ البالغہ، بیروت، احیاء العلوم، طبعہ ثانیہ 1992، 499/1